ماہا ملک

تیرے کوچے میں ساجن آ گئے

دادی جان نے آنے والی شخصیت کو سر سے پاؤں تک اور پاؤں سے سر تک دیکھا۔

"قطب الدین! یہ کیا اٹھا لائے؟"

"لڑکا ہے اماں! تاج کی مدد کے لیے لایا ہوں۔" وہ قدرے عجلت میں تھے۔ اسے اماں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر وہ باتھ روم میں گھس گئے۔

دادی جان حیرانی و پریشانی کے عالم میں گھور کر اسے دیکھتی رہیں۔

ناولٹ

انتہائی دبلا پتلا اور بانس کی طرح لمبا' جگہ جگہ سے پیوند لگے کپڑے پہنے وہ بے وجہ بڑے بڑے دانتوں کی نمائش کیے جا رہا تھا۔

"سلام دادی!"

اس نے دادی جان کو "اپنے مطالعے" میں منہمک و مستغرق پایا تو بالآخر سلام ہی عرض کر دیا۔

"دادی...!" دادی جان کو ازحد برا لگا۔ "چل ہٹ' میراسی کہیں کا۔ بیگم صاب بول مجھے۔"

"ہی ہی ہی... سلام بیگم صاحب! ہی ہی ہی..." اسے جیسے گدگدی ہوئی تھی۔

"تاج... ارے تاج... یہاں آؤ۔" دادی جان کو مزید گھبراہٹ ہوئی۔ وہ بہو کو آوازیں لگانے لگیں۔

تاج بیگم اپنے کمرے سے بڑی تیزی سے نکل کر آئی تھیں۔

"کیا ہو گیا اماں! خیریت۔" پھر انہوں نے نووارد کو دیکھا۔ "یہ کون ہے؟"

"ارے اسی کے تعارف کو تو بلایا ہے تمہیں۔ میاں سے پوچھو' یہ کسے پکڑ لایا ہے۔ آئے ہائے' مجھے تو اس کی صورت دیکھ کر خلجان ہو رہا ہے۔ میں تو کہتی ہوں تاج! اسے فوراً سے پیشتر چلتا کر دو۔ موا ہنستا ہے تو یہ گز گز بھر لمبے دانت نکلتے ہیں۔ میرا تو کلیجہ منہ کو آ گیا۔"

"ہی ہی ہی..." اس نے فوراً ہنس کر تاج بیگم کو ثبوت فراہم کیا۔ انہیں ہنسی آ گئی۔ دادی نے جھٹ منہ پھیر لیا۔

"اچھا... تو قطب الدین صاحب لائے ہیں اسے۔

ہاں، کل تک تو کہہ رہے تھے کہ کوئی بے سہارا لڑکا ہے۔ گھر کا کام کاج اچھا جانتا ہے۔"

"ہاں، تو اب یہ کریں گے ہمارے کام۔ ایسا وقت آگیا ہے ہم پر۔" دادی بڑبڑائیں۔

"نام کیا ہے تمہارا؟" تاج بیگم نے دلچسپی سے اس کا جائزہ لیا۔

"جی، جی... بالم۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"بہت تیرے کی۔ نام بھی دیتے کا چن کر رکھا ہے کسی نے۔" دادی کا منہ بدستور دوسری جانب تھا۔

"ویسے بی بی جی، سب مجھے بانکا کہتے ہیں۔" دانتوں کی مزید نمائش کی گئی۔

"ہم تو تجھے 'دانتو' کہیں گے کم بخت۔" دادی جل کر بولیں۔

"ارے... اماں!" تاج بیگم نے تاسف سے انہیں دیکھا۔ "کچھ تو خیال کیا کریں۔"

"بیٹھ جاؤ بیٹا!" پھر بالم سے مخاطب ہوئیں۔

وہ قسمت کا مارا بنا سوچے سمجھے دادی کے قریب تخت پر بیٹھ گیا۔

"ارے اٹھ یہاں سے بدذات۔" دادی نے ڈپٹ کر کہا۔

وہ اسپرنگ کی طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"خبردار جو یہاں بیٹھا بھی، ٹانگیں توڑ دوں گی تیری۔"

تاج بیگم پریشان سی ہو گئیں۔ ہاتھ بٹانے کے لیے اچھا بھلا لڑکا ملا تھا اور ساس نے پہلے دن ہی اس سے بیر پال لیا تھا۔

اسی اثناء میں قطب الدین صاحب باتھ روم سے برآمد ہوئے۔

"میرے کپڑے تیار ہیں جمعہ کے لیے؟" وہ بیگم سے پوچھنے لگے۔

"جی ہاں۔ استری کیے رکھے ہیں، بدل لیں۔" ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ کمرے کی جانب بڑھتے قطب الدین صاحب وہیں رک گئے۔

"کیا بات ہے؟" انہوں نے بیگم سے پوچھا۔ "کوئی مسئلہ ہے؟"

"میرا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" وہ بیزاری سے گویا ہوئیں۔ "اماں سے پوچھیے، انہیں ہی ہر بات میں مین میخ نکالنے کی عادت ہے۔"

"کیوں اماں!" قطب الدین صاحب ہنسنے لگے۔ "پسند نہیں آیا آپ کو بانکا؟"

"نہ بیٹا! مجھے تو بہت پسند آیا۔" وہ جلی بھنی بیٹھی تھیں۔ "ایک فوٹو بھی اتروا کے مجھے دے دو، میں سرہانے رکھ لیتی ہوں۔"

"ہی ہی ہی۔" بالم دادی جان کی حس مزاح سے لطف اندوز ہوا۔

"ارے اماں جان! یہ بہت کام کا لڑکا ہے۔ آپ کے پوتوں سے زیادہ کام آئے گا آپ کے۔ یہ تاج ذرا ذرا سی چیز کو بیٹھی رہتی ہے۔ یہ منٹوں میں دوڑ کر سودا سلف لا دیا کرے گا۔ باورچی خانے کے کاموں میں بھی اس کا ہاتھ بٹا دے گا اور تو اور آپ کے پیر بھی دبا دیا کرے گا۔"

"ارے ہاتھ تو لگائے میرے پیروں کو، موئے کے ہاتھ توڑ دوں گی۔"

قطب الدین صاحب مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

"برتن دھو لیتے ہو؟" تاج بیگم نے بالم سے پوچھا۔

"جی جی ہاں۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"جاؤ، سنک میں جو برتن رکھے ہیں، وہ دھو کر ٹوکری میں رکھو۔ خشک ہو جائیں تو میں تمہیں ان کے رکھنے کی جگہیں بتاؤں گی۔"

"جی باجی!"

"ارے چھوٹی بیگم بول، باجی کا سگا۔" دادی قطع کلامی کیے بنا نہ رہ سکیں۔

"کیا ہے اماں! غریب آدمی ہے۔ کیوں بار بار بھڑک رہی ہیں اسے۔" تاج بیگم اس کے کچن میں چلے جانے کے بعد ساس سے مخاطب ہوئیں۔ "اور پھر جمشید، جنید کی ہی عمر کا ہے بیچارہ۔ کیا ہے جو آپ کو دادی یا مجھے باجی کہہ لے تو۔"

"ارے بہو! مجھے اس 'دانتو' کی صورت دیکھ دیکھ ہیجان ہو رہا ہے۔"

"ہاں تو آپ کو میری صورت دیکھ کر بھی ہوتا تھا ہمارے بیاہ کے وقت۔" تاج بیگم کو پرانی بات کی یاد کے ساتھ ساتھ غصہ آیا۔

"ہاں، تمہارا نقشہ بھی کچھ کچھ ایسا ہی تھا۔"

تاج بیگم سلگ کر رہ گئیں۔

"اچھا خیر۔" دادی جان نے بہو کے تاثرات کا اندازہ کرتے ہی بات پلٹی۔ "میرا وضو کا لوٹا بھر کر رکھو چوکی کے پاس۔ اس کم بخت نے تو میرا وضو غارت کر دیا۔ ہائے ہائے، جمعہ کی نماز پڑھنی تھی خشوع و خضوع سے، اب اس مردار کا چہرہ ہی گھومے گا نظروں میں۔ یا اللہ معاف کیجیو، میرے گناہ بخش دیجیو۔" انہوں نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔

"جی ہاں، ایسے ہی تو بخشے جاتے ہیں گناہ۔" تاج بیگم بڑبڑاتے ہوئے ساس کے وضو کا لوٹا بھرنے چل دیں۔

❁ ❁ ❁

"دنیا بہت مطلبی، خودغرض، دغاباز ہو چکی ہے۔" جنید نے اچانک ہی تبصرہ کیا تھا۔

جمشید نے چلتے چلتے چند لمحے کے لیے رک کر اس کا منہ دیکھا۔

"بھائی جان! ابھی آپ مولانا صاحب کی پراثر دعا کے وقت ہچکیوں سے رو رہے تھے۔ مسجد سے باہر نکلتے ہی آپ نے دنیا کے گناہ بخشوانے کیوں شروع کر دیے۔ کم از کم گھر پہنچنے تک تو دعا کے زیر اثر رہتے۔"

"مسجد سے باہر نکلنے سے قبل ہی مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہو چکا تھا۔" اس نے مدبرانہ انداز میں سر ہلایا۔

"وہ کیسے؟"

"جب میں نے اپنی چپلیں غائب دیکھیں۔"

"اوہ۔ چچ... چچ۔" جنید نے تاسف کا اظہار کیا۔ "لیکن چپلیں تو آپ کے پیروں میں ہیں۔ آپ کیا حفظ ماتقدم کے طور پر دو دو جوڑی چپلیں لے کر گئے تھے؟"

"ارے بے وقوف، یہ میری چپلیں تھوڑا ہی ہیں۔ میں نے جب اپنی چپلیں غائب پائیں تو باقی سب چپلیں پہن کر دیکھیں۔ یہی میرے ناپ کی نکلیں۔"

"اور آپ کسی اور کی چپلیں پہن آئے۔ واہ واہ۔ 'دنیا' کے متعلق اب اس شخص کی بھی یہی رائے ہوگی جو چند لمحوں قبل آپ کی تھی۔"

"تو بدھو... میں کیا ننگے پاؤں گھر جاتا۔ وہ بھی اتنی تیز دھوپ میں۔"

"جی ہاں، جی ہاں۔ مجھے آپ کی بات سے پورا اتفاق ہے۔ جس کی یہ چپلیں ہیں، وہ بے شک آبلہ پا گھر پہنچے، ہمیں کیا۔ ویسے دعا کے وقت جس طرح آپ سسک سسک کر رو رہے تھے، مجھے یونہی شک سا گزرا تھا کہ شاید آپ کی ماہیت قلب کچھ تبدیلی کے عمل میں ہے لیکن اب مجھے یقین ہے کہ وہ آنسو یقیناً چپلوں کے بڑے بھائی کے تھے۔"

"تم غزل کو چھپکلی کیوں کہہ رہے ہو؟" جمشید نے برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا۔

"میں اتنا بھی بے وقوف نہیں کہ اسے چھپکلی کہوں مگر اس کی چھوٹی بہن ضرور کہہ سکتا ہوں۔ ویسے آپ نے دعا میں کیا مانگا؟"

"تمہیں کیوں بتاؤں۔" جمشید کچھ شرما سا گیا۔

"مجھ سے آپ کی کیا بات چھپی ہے۔ 'چوری' جیسے بھیانک جرم کا تو رازدار ہوں میں۔ ویسے بھی میں جانتا ہوں آج کل آپ اتنی باقاعدگی سے جمعہ کی نماز کیوں پڑھ رہے ہیں۔"

"یار جنید!" جمشید نے ٹھنڈی آہ بھری۔ "گرمیاں تو آ گئی ہیں۔ یہ چھٹیاں کیوں نہیں ہوتیں۔"

"شاید اللہ میاں کو آپ کی جمعہ کی جمعہ حاضری پسند آ رہی ہے اسی لیے۔" جنید نے سر ہلایا۔

"بس یار! اب تو اللہ میاں ایک ساتھی دے ہی دے۔ دکھ درد کا ساتھی، خوشیوں کا شریک، جسے دیکھ

کنول کی مانند کلی کھل جائے۔"
"آپ کی عمر عزیز کے حساب سے تو اب اس کلی کی پتیاں تک مرجھا کر گر جانی چاہئیں۔ ذرا غور سے دل میں جھانکیے' وہاں محض ایک سوکھی ٹہنی تو نہیں؟۔ کوئی بات نہیں بھوئی جان! آج کل ڈرائی فلاورز کی ارینج منٹ کا فیشن ہے۔ اپنے دل میں بھی آپ یہی ارینج منٹ کر لیجئے۔ اب بن ٹھنے رکھا جانے والے ٹہنیوں کی قدر کا زمانہ ہے۔ کسی قسم کی حسرت کی ضرورت نہیں۔"
"کوئی تو ہو جو میری وحشتوں کا ساتھی ہو۔"
جمشید نے درد سے مصرع پڑھا۔
"آمین!" جنید نے جذبے کے ساتھ کہا۔

* * *

"السلام علیکم۔" دونوں نے زوردار قسم کا سلام عرض کیا تھا۔
"وعلیکم السلام' جیتے رہو۔" دادی نے دونوں کو قریب بلا کر پیشانی پر دم کیا۔
"امی جان! بڑی سخت قسم کی بھوک لگی ہے۔" جنید نے آواز لگائی۔
"ٹیبل پر بیٹھو' میں کھانا لگواتی ہوں۔" انہوں نے کچن سے جواب دیا۔
"غزل آپی کنول آپا کے ہاں سے؟۔" جنید نے دادی سے پوچھا۔
"ہم نہیں کہاں تفریحات سے فرصت ہے۔ وہاں بچوں کے ساتھ بچہ بنی پھرتی ہوں گی۔" دادی جان نے نماز کے بعد ٹانگیں سیدھی کیں۔
"پھر یہ امی جان کھانا کس سے لگوا رہی ہیں؟۔"
دادی جان کے چہرے پر بدمزگی کے آثار پیدا ہوئے۔ اسی لمحے بالم کچن سے ٹرے اٹھائے برآمد ہوا۔
"ہی ہی ہی۔۔۔ سلام بھائی جان!"
وہ سلام کر کے ٹرے سنبھالے ٹیبل کی طرف چلا گیا۔ جمشید اور جنید کی حیران نظروں نے اس کا تعاقب کیا تھا۔
"یہ حضرت کون؟" جمشید نے دادی سے پوچھا۔
"تمہارے ابا باوا کا لے پالک ہے۔" وہ جل کر پاندان کھولنے لگیں۔ "ان ہی سے پوچھو۔"
تاج بیگم کچن سے خوش خوش برآمد ہوئیں۔
"بڑا اچھا لڑکا ہے قطب الدین صاحب کو اللہ خوش رکھے۔"
"ابو جی! لڑکا۔ کیا کہہ رہی ہیں امی؟" جمشید الجھا۔ "اب اس عمر میں ابو جی کو لڑکا کہنا مناسب تو نہیں۔"
"ارے ہٹو۔ میں تو بالم کی بات کر رہی ہوں۔" وہ جھنجلائیں۔
"بب۔۔ بالم۔" جنید نے ہنسی کا آدھا گلا بمشکل گھونٹا۔ "اب آپ انہیں بالم۔۔ کہی کہیں گی۔"
دونوں دادی کے پیچھے منہ چھپا کر ہنسنے لگے۔
"دادی! امی' ابو جی کو 'بالم' کہہ کر پکاریں گی اب۔"
جنید کی پشت پر ایک ہاتھ پڑا۔
"سوچ سمجھ کر بولا کر۔ یہ جو سات فٹ کا کھڑا ہے سامنے' اس کا نام بالم ہے۔" دادی نے وضاحت کی ورنہ تاج بیگم تو جل کر دوبارہ کچن میں جا گھسی تھیں۔
"اوہو' اچھا اچھا۔" کمر پر پڑنے والے ہاتھ سے جنید تیر کی طرح سیدھا ہو گیا تھا۔
بڑے غور اور مستعدی سے اس نے میز پر کھانا سجاتے بالم کا جائزہ لیا۔
"اب یہ یہیں رہیں گے؟" اس نے سرگوشی میں دادی سے پوچھا۔
"رہا کرے۔" انہوں نے غصے سے سر جھٹکا۔ "ہمیں کیا۔"
"ہوں۔" اس نے دادی کا موڈ بھانپ کر سمجھ داری سے سر ہلایا۔
"چلو لڑکوں' کھانے کی میز پر آ جاؤ۔" تاج بیگم سلاد کی پلیٹ لیے برآمد ہوئیں۔ "اماں! آپ کو یہیں لا دوں؟"
"ہاں بہو! مجھے تو یہیں لا دو کھانا۔ تمہارے "یہ بزرگ" کھانا کم کھاتے ہیں' طوفان زیادہ مچاتے ہیں۔ اب تو یہ تیسرا بھی آن ملا ہے۔"
"بھائی جان!" جنید نے پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے بھائی کو مخاطب کیا۔ "آپ کی دعا تو منٹوں میں مقبول ہوئی۔"
"کیا مطلب؟" اس کا منہ کو جاتا چمچ رستے ہی میں رک گیا۔
"اللہ نے آپ کے دکھ درد کا ساجھی' آپ کی خوشیوں کا شریک بھیج دیا۔ وحشتوں کا ساتھی نہ ہوا تو کیا' وجۂ وحشت تو ہے۔ لٹ الجھی سلجھا جا رے۔ ہاں ہاں۔۔"
اسی لمحے سرخ انگارہ چہرہ لیے قطب الدین صاحب گھر میں داخل ہوئے تھے۔
"لوگوں میں ایمان نام کی کوئی شے نہیں رہی۔ غضب خدا کا۔ میں کہتا ہوں' پکڑ کر سو دُرّے لگائے جائیں ایسے لوگوں کو۔ ارے تاج۔ پانی پلاؤ مجھے۔"
تاج بیگم گھبرا کر پانی کا گلاس بھر لائیں۔ وہ ایک ہی سانس میں پانی چڑھا گئے۔
"ہوا کیا؟ کچھ تو بتائیں۔"
"ارے' پیر دیکھو میرے۔ مسجد سے بغیر چپلوں کے آ رہا ہوں۔ کوئی مردود میری چپلیں اٹھا کر لے گیا۔"
میز کے نیچے جنید نے اپنے پیروں پر کوئی چیز سرسراتی ہوئی محسوس کی۔ اس نے نظر اٹھا کر بھائی کا اڑتے سے پیلا پڑتا چہرہ دیکھا۔
"مل جاتا مجھے تو ٹانگیں توڑ دیتا سالے کی۔" قطب الدین صاحب بڑبڑا رہے تھے۔
"ابو جی کی چپلیں کہیں آپ تو نہیں پہن آئے۔" جنید نے جھک کر سرگوشی میں پوچھا۔
"مجھے کیا پتا تھا' یہ ابو جی کی ہیں۔" اس نے جواباً سرگوشی کی۔
"ارے قطب الدین۔۔۔ تیری چپلیں تو جمشید کے پیروں میں ہیں۔ میں نے خود دیکھی ہیں۔" دادی جان چاول کھاتے کھاتے اچانک یاد آیا۔
"ہائیں' جمشید کے پیروں میں؟"

"جی۔۔۔ جی ہاں ابو جی! جمشید بھائی تو گھر سے یہی چپلیں پہن کر گئے تھے۔ آپ دوسری چپلیں پہن کر گئے ہوں گے۔ آ۔۔۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔"

تقریباً بے ہوش ہوتے جمشید کو دیکھ کر جنید نے جلدی جلدی کہا۔

قطب الدین صاحب حیرت سے کچھ سوچنے لگے تھے۔

❀ ❀ ❀

"وضع داری تو رخصت ہوئی دنیا سے۔ نت نئے ڈھنگ سیکھے زمانے والوں نے بلکہ ڈھنگ کیا سیکھا سب کچھ بے ڈھنگا ہو رہا۔"

اماں جل جل کر کہہ رہی تھیں۔ ہمسائی شکورہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی سر ہلائے جا رہی تھیں۔

"اب دیکھو ذرا گھر میں جوان لڑکی بے پردہ چوکڑیاں بھرتی پھرتی ہے اور باوا پکڑ لائے بارہ گز لمبا دیو۔ نظر پڑے تو کلیجہ منہ کو آئے۔"

"کس کی بات کر رہی ہیں خالہ!" انہوں نے استعجاب سے پوچھا۔ "وہ جو سینک سلائی سا لڑکا کل ہمارے یہاں چاول دینے آیا تھا؟"

"اے ہاں' اسی کا ذکرِ خیر ہے۔ بھئی اٹھ کر نہائے نہ دھوئے۔ لنہ کچرا آنکھوں میں بھر کر برتن ملنے کھڑا ہو جاتا ہے مردود۔ تاج کی تو عقل گئی کام سے۔"

"اچھا۔" ہمسائی شکورہ استعجاب سے بولیں۔

"جب ہی میں کہوں' غزل کی جگہ یہ کون لمبوترے منہ والا آیا ہے چاول دینے۔"

"وہ تو بہن کے ہاں گئی ہوئی ہے ہفتہ بھر سے' تب ہی کچھ سکون کا نام ہے گھر میں۔ اسے لوٹنے دو پھر دیکھنا اس چھوکرے کو بھی نکالے کی گیند' بلّے اور تاش کے پتوں سے۔ میں کہتی ہوں۔ اماں' باوا دونوں کی عقل کیا گھاس چرنے نکل کھڑی ہوئی۔"

"اچھا اچھا۔ غزل کنول کے گھر گئی ہوئی ہے۔ حنا اور نغمہ یاد کر رہی تھیں اسے۔ ویسے خالہ! کیا کیا کام جانتا ہے یہ لڑکا؟"

وہ جھک کر سرگوشی کے انداز میں پوچھنے لگیں۔

"اے بی۔۔۔ وہ برتن کھنگال دیتا ہے۔ شام کو صحن اور برآمدہ دھو ڈالتا ہے۔ بس اور کیا ہل جوتتا ہے یہاں۔"

"چائے وغیرہ بنانا سکھائیں نا اسے۔" وہ بڑے اشتیاق سے بولیں۔

"اے بنا لیتا ہے۔ جب سے آیا ہے' اسی کے ہاتھ کی پیتے ہیں۔ مانو گھوڑے کا موت ہو۔" اماں بھنائیں۔

"دِتچلیں' خود ہی سیکھ جائے گا۔"

"خاک سیکھے گا۔ جیسا سیکھنے والا ویسے سکھانے والے۔" انہوں نے سر جھٹکا۔

"بازار وغیرہ بھی ہو آتا ہوگا۔"

"اے بازار میں تو بڑا دل لگتا ہے ناس پٹے کا۔ ادھر شے منگانے کا نام لو' ادھر کم بخت کے دل کی کلیاں کھل اٹھتی ہیں۔ باچھیں چر جاتی ہیں اس کان سے اس کان تک۔ وہاں جا کر موا پیتا ہوگا سگریٹیں۔ صورت سے ہی لگتا ہے مجھے تو۔"

"اے نہیں خالہ بی! سیدھا سادا سا بچہ ہے بیچارہ۔ گھر کے چھوٹے موٹے ہزار دھندے ہوتے ہیں۔ ہاتھ بٹانے کو برا نہیں۔۔۔"

اسی لمحے دادی جان کی نگاہ اوپر کی جانب اٹھ گئی۔

"چلو بخشوا لو گناہ اپنے' وہ کھڑے ہیں سادھو سنت مہاراج۔" ان کی جان جل کر رہ گئی تھی۔ ہمسائی شکورہ کی نظروں نے ان کی نظروں کا تعاقب کیا۔ اوپری صحن کی ریلنگ کے پاس خورشید صاحب کے بڑے بھائی حسبِ معمول تہبند باندھے کھڑے تھے۔

"اچھا پہناوا ہے' میں کہتی ہوں۔ ارے تاج۔۔۔ او تاج۔۔۔ سنتی ہو۔"

تاج بیگم اندر سے نکل کر آئی تھیں۔

"کیا ہوا اماں! کیا بات ہے شکورہ؟" وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"ارے تاج! میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے تم سے' ان گوپی مہاراج سے کہو۔ یوں ننگ دھڑنگ بے

لف یہاں نہ کھڑے ہوا کریں۔ ارے ہمارا پردہ نوشا

"آہستہ بولیں اماں۔"
"ارے کیوں بولیں آہستہ۔" وہ ڈپٹ کر گویا
"ان کے باپ کا کھاتے ہیں۔ بس تم جا کر ابھی
کر آؤ۔ نہیں تو میں جاتی ہوں۔ سادھو بنے کھڑے
کھڑے ہیں۔"
بے صحن میں کھڑے ہیں' ہمارا کیا لیتے
ے تو یہ ان نظر بھی نہیں ڈالتے۔ یونہی
چکر سا لگا کر چلے جاتے ہیں۔ اصل میں ان
کا کمرہ یہ کونے والا ہے۔ وہاں سے نکلتے ہیں
کے پاس سے ہوتے چلے جاتے ہیں۔"
انہوں نے شکور علی کو بھی وضاحت دی۔
ارے تمہارے ابا بھی باندھتے تھے تہبند مگر مجال
کسی نامحرم کی نظر پڑ جائے۔"
"میرے ابا۔۔؟" ہمسائی شکورہ پریشان ہوئیں۔
تمہارے سر تاج!" انہوں نے معمول کی وضاحت
"اللہ ان کی بخشش فرمائے۔ جنت مکانی صدر
ین صاحب۔"

❀ ❀ ❀

بھائی صاحب! چائے' ہی ہی ہی۔۔"
ٹرے اٹھا کر کسی جن کی مانند اچانک ہی بر آمد

"بھئی کیا ہے بانکے۔" جنید کو غصہ آیا۔ "یہ تم ذرا
اور روانہ نہیں بجا سکتے۔ کسی دن بھائی جان کا ہارٹ
فیل نہ ہو جائے۔ اچانک کیسے کوئی دیکھے تمہیں۔"
"ہی ہی ہی۔۔" وہ اور ہنسا۔ "جیسے میں دیکھتا ہوں
آپ ویسے ہی۔۔"
"ہائیں۔" جنید نے اسے شکوک بھری نگاہ سے
دیکھا۔ "یہ طنز ہے یا سادگی۔ غالب مرحوم کہہ گئے ہیں
پرکاری' بے خودی و ہشیاری۔"
"یار اللہ کا واسطہ تمہیں۔" جمشید بول اٹھا۔ "اگلا
مت پڑھ ڈالنا ان کے لیے۔"

"میں اتنا بے وقوف بھی نہیں ہوں بھائی جان!
آپ خاطر جمع رکھیے۔"
"یار بانکے! خالی چائے اٹھا لائے ہو یار!" جمشید نے ٹرے پر نگاہ ڈالی۔ "کوئی بسکٹ' کوئی نمکو' کوئی سینڈوچ۔"
"باجی منع کرتی ہیں۔ ہی ہی ہی۔۔۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ ان ملاؤں کی خاطرداری کی ضرورت نہیں۔ ہی ہی۔۔" وہ بڑے مطمئن انداز میں کہہ کر کمرے سے چلا گیا تھا۔
وہ دونوں حیرت بھری نگاہوں سے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔
"بھائی جان!"
"یار جنید!"
"آپ نے سنا اس نے کیا کہا؟"
"میں نے سنا۔ پتا نہیں ٹھیک سنا یا غلط۔"
"آپ نے بالکل ٹھیک سنا بھائی جان! امی جان نے آپ کے لیے یہی الفاظ استعمال کیے ہیں۔"
"درست کہتے ہو برخوردار! تمہارے لیے انہوں نے لوازمات کی جو ٹرے بھر کر بھجوائی ہے' وہ محض تم جیسے صاحبِ نظر ہی دیکھ سکتے ہیں۔" جمشید نے سر ہلایا۔
"بھائی جان! کیا آپ نے نوٹ کیا۔ بانکا ہمارے لیے کیا ثابت ہو رہا ہے۔"
"ہاں پیارے! یہ آخری تاجدار بادشاہ اور انگریز بہادر کی کہانی معلوم ہو رہی ہے۔ مجھے لگتا ہے' تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔"
"کل امی جان نے فالسے کا شربت بنایا تھا۔" جنید گہری سوچ میں تھا۔ "دو گلاس سب سے پہلے دادی جان نے پی لیے۔ ان کا بلڈ پریشر ٹھیک شربت بننے کے عمل کے دوران لو ہو گیا تھا پھر ایک گلاس ابو جی نے اور ایک امی جی نے پیا۔ اصولاً "میری اور آپ کی باری آنی تھی لیکن کیا آپ جانتے ہیں بھائی جان! امی حضور نے کیا کیا؟ انہوں نے مسٹر بانکے کو شیشے کے گلاس میں لبالب بھر کر شربت نوشِ جاں کرنے کو عطا کیا اور

بجھے۔"
وہ مصنوعی آنسو پونچھنے لگا۔
"مجھے انہوں نے اسٹیل کے گلاس میں شربت دیا' وہ بھی آدھا گلاس بھر بولیں۔ جمشید کے لیے تو پوچھا ہی نہیں' خیر کوئی بات نہیں' وہ کل پی لے گا۔"
وہ آنسو جمشید نے بھی پونچھے اور جنید کے سر پر ہاتھ پھیر دیا۔
"صبر کرو شہزادے! امی کے پاس ان کے جہیز کے رکھے تانبے کے گلاس بھی ہیں۔ جو قلعی نہ ہونے کی وجہ سے کالے پڑ گئے ہیں۔ شکر کرو کہ امی نے محض اسٹیل کے گلاس پر ہی اکتفا کیا' ورنہ وہ چاہتیں تو تمہیں بام کی نظروں میں مزید ذلیل کر سکتی تھیں۔"
"یہ ساری خواری آپ کی عطا کردہ ہے بھائی جان! اگر آپ برسر روزگار ہوتے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ ہم سے ایسا حسن سلوک کرتا۔"
"ہاں بچے! اب تم ہی دو چار ٹیوشنیں وغیرہ پکڑو تاکہ ہماری بھی گھر میں کچھ عزت ہو۔"
"یہ سب کچھ کیا دھرا اس بانکے کے بچے کا ہے۔ اس کا کچھ علاج کرنا ہوگا۔" اس نے بات اڑائی۔ وہ گہری سوچ میں گم تھا۔ جمشید نے تدبر سے سر ہلایا۔

***

"السلام علیکم۔" دونوں نے گھر میں خوشی خوشی داخل ہو کر مشترکہ سلام پیش کیا۔
"وعلیکم السلام۔" کنول اور اس کے بچوں کو دیکھ کر دادی جان خوش ہو گئیں۔ خوب گلے لگا لگا کر انہوں نے کنول اور اس کے بچوں کو چوما۔
"میرے جگر گوشوں کو کتنے دنوں بعد لائی ہو۔ آنکھیں ہی ترس گئی تھیں میری۔" انہوں نے کنول سے شکوہ کیا۔
"بس دادی!" اس نے سرد آہ بھری۔ "کیا کروں' میں بھی۔ سہیل نے جب سے اسٹیٹ ایجنسی کا کام سنبھالا ہے' دن اپنا ہے نہ رات اپنی۔ اکیلی لڑکی ان کے ہاں گھر سے نہیں نکل سکتی۔ جب تک مرد کا ساتھ نہ ہو۔"
"تو آپا! آپ انہیں بتائیں ناکہ آپ لڑکی نہیں' عورت ہیں۔" جنید نے اندر سے نکلتے ہوئے اسے مشورہ دیا اور ہر وقت "ڈیکلی" ہوتی ہیں بلحاظ وزن بلکہ دو بچوں کے ہمراہ "سوکیلی"۔"
"تو اپنا منہ بند کر۔" دادی نے اسے جھڑکا۔
"تو بیٹی۔ سہیل میاں نے کیوں باپ کا کام بھی اپنے کندھوں پر لاد لیا۔ ارے اس بڈھے کو مزید فراغت ملی تو اس کا ذہن تنگ کرنے کے نئے نئے طریقے تو نکالے گا ہی۔"
"سہیل کہاں کسی کی سنتے ہیں۔" وہ تنگ کر بولی۔
"وہ تو بس اپنے ابا میاں کی بین پر جھومتے ہیں۔"
"کوئی بات نہیں آپا! زہر تو آپ ان کا کب کا نکال چکیں۔ اب تو وہ بے ضرر ہیں۔" اب کی بار ایک دو ہتڑ اس کی کمر کا حال پوچھ ہی گیا۔
"ناس پیٹے! سنبھال کر رکھا کر اس گز بھر کی زبان کو۔ بڑی بہن کے منہ کو آتا ہے۔ شرم کر۔"
"رہنے دیں دادی!" کنول نے مسکرا کر بھائی کو دیکھا۔ "میں کوئی اس کی باتوں کا برا مانتی ہوں۔"
"ہاں تو تم دادی پر گئی ہو اپنی۔" دادی جان کے چہرے پر پھول کھل اٹھے۔ "میں نے تو خود کبھی کسی کی بات کو برا نہ جانا۔ بس بیٹی! یہ اعمال تو ساتھ جائیں گے۔"
باورچی خانے سے تاج بیگم کی معیت میں مسکراتا ہوا بالم برآمد ہوا تھا۔
"سلام ماں جی جان! آپ کو بھی سلام آپا!"
اس نے کنول کے بعد غزل کو بھی سلام جھاڑا جو اسے دیکھ کر حیرت سے بت بن گئی تھی۔
"یہ کون ہے؟" نہایت استعجاب کے عالم میں اس نے پوچھا۔
"ہی ہی ہی۔" بالم کو دو عدد لڑکیوں کو اپنا معائنہ کرتے دیکھ کر گدگدی ہوئی۔
"لاحول ولا۔" دادی جان غضب ناک ہو گئیں۔
"ارے تیری بتیسی نکال کر کسی دن ہاتھ پر دھر دوں گی۔

دیکھو' کھڑا دانت نکوس رہا ہے کم بخت۔ چل وہاں سے۔"

بالم نے وہاں سے نکل جانے ہی میں عافیت جانی

"ہاں! کیوں کسی غریب کا دل دکھاتی ہیں۔ نجانے کسی کے دل سے بددعا نکلے۔" تاج بیگم کو ساس کی حرکت سخت ناگوار گزری۔ "کیا لیتا ہے بے چارہ [illegible] جب سے آیا ہے' آپ کے منہ سے اس بیچارے نے کوئی اچھی بات نہیں سنی۔"

"تو میں کیا قصیدے پڑھوں اس کے' شاہ نامہ لکھوں اس کے واسطے۔ ارے بہو! تمہیں تو الجھنے کا بہانہ چاہیے۔ میں نے کیا کہا اسے۔ نوکر ذات ہے' اسے اس کی جگہ پر ہی رکھیں گے' ہاں۔"

دادی جان اطمینان سے پان لگانے لگیں۔

"بالم کا نہ کاج کا' دشمن اناج کا۔" انہوں نے مزید نوازا۔

"لیجیے' یہ بھی سنیے۔" تاج بیگم نے طنز سے ساس کی صورت دیکھی۔ "صبح سے جو غریب کام کو لگتا ہے تو رات گئے تک وہ کمبل والی مثال ہو جاتی ہے کہ میں تو کمبل چھوڑتا ہوں' کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ اس غریب کی جان کو تو آدھی رات تک کام نہیں چھوڑتے۔"

"اے ہاں' میں اپنے پاندان کی چوکیداری کرواتی ہوں اس سے۔" دادی جان نے پھر شوشہ چھوڑا۔

"چائے وہ بنائے' برتن وہ دھوئے' باورچی خانہ وہ صاف کرے' گھر کی صفائی وہ کرے' سودا سلف وہ لائے اور ہر طرف سے بالم' بالم کی پکار الگ پڑتی رہے۔" تاج بیگم ناراضی سے بولیں۔

"تم ہی نے اتنا سر چڑھایا ہے دنتو کو۔ میں تو منہ میں نگالی۔ وہ کم بخت بھی میری آواز سن کر ایسا ہو جاتا ہے جیسے بہرہ۔"

"ہاں تو آپ کو اللہ واسطے کا بیر جو ہے اس سے۔ وہ بھی آخر انسان ہی ہے۔"

"اے بانکے۔۔۔ ارے او بانکے۔۔۔ سنتا ہے مردود۔۔۔ ادھر آ۔"

دادی جان بہو سے الجھنا چھوڑ کر اسے آوازیں لگانے لگیں۔

"جی دادی۔" وہ شرماتا ہوا اندر سے برآمد ہوا۔

اسے کنول اور غزل سے بڑی شرم محسوس ہو رہی تھی۔

"دادی کے سکے' بیگم صاب بولتے بل پڑتا ہے تیری زبان میں۔ یہ لے۔" انہوں نے تکیے کے نیچے سے روپیہ برآمد کر کے اس کی ہتھیلی پر دھرا۔

"جا کر کوئی چیز مول لے کر کھا۔ سوکھ کر کانٹا ہو رہا ہے کم بخت۔"

تاج بیگم کے لبوں پر مسکراہٹ آئی جسے چھپانے کے لیے انہوں نے کچن کا رخ کیا۔

"کس قدر قابل رشک ہستی ہے جسے آپ کے آستانے سے کچھ ملا۔" جنید نے پھر دادی کو چھیڑا۔

"بانکے! یہ سکہ کبھی خرچ مت کرنا بلکہ اپنی کمائی میں برکت کے خیال سے رکھ چھوڑنا۔ دادی کے سکے پارس پتھر سے کم خوش نصیب نہیں ہوتے۔ دادی جان کے تکیے کے نیچے سکوں کا یہ خزانہ یونہی تو جمع نہیں ہوا۔ ہم بچپن سے یہ سکے چرا چرا کر تھک گئے۔ مجال ہے جو ان میں کبھی کمی آئی ہو۔"

"اچھا۔۔۔ تو یہ تو ہے۔" دادی جان نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "میں سوچتی تھی' شاید تاج میرے پیسوں سے سودا منگا لیتی ہے۔"

"صرف میں نہیں دادی جان۔" وہ جذب سے آنکھیں بند کر کے بولا۔ "اس گھر کا ہر فرد اس خزانے کی برکت سے مستفید ہوا ہے۔"

"کم بخت۔" اسے ایک ہاتھ پڑا۔ "دادی سے مانگتے شرم آتی ہے جو چوری کر کے کھاتا ہے۔"

چل اٹھ' نہا کر آ۔۔۔ کپڑے بدل!"

"ہی ہی ہی۔"

جنید کے گھورنے پر بالم نے ہنسی کو فوراً "بریک" لگا لیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"ارے بالم کے بچے۔۔۔ کم بخت۔۔۔ مردود' ادھر تو آ۔۔۔ ارے میں تیری ٹانگیں توڑتی ہوں۔۔۔ بتاتی ہوں میں تجھے۔"

سوئے ہوئے بالم کے سر پر نجانے کیا مار آ گیا تھا۔ وہ چلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"ارے دادی۔۔۔ ہائے دادی! مر گیا۔" اس نے بستر سے اتر کر دوڑ لگائی۔

تاج بیگم اور قطب الدین صاحب اپنے کمرے سے نکل کر دوڑے چلے آئے تھے۔ جمشید اور جنید بھی آنکھیں ملتے اپنے کمرے سے برآمد ہو چکے تھے۔

فجر کے وقت بالم پر ٹوٹنے والی ناگہانی کے پس منظر سے سب ہی ناواقف تھے سو حیران پریشان کھڑے دادی کو چھڑی سنبھالے بالم کا پیچھا کرتے دیکھ رہے تھے۔

"چھوڑوں گی کیا میں تجھے؟ بھاگا جاتا ہے ناس پیٹے، رک تو سہی۔"

"رک کر کیا قتل ہونا ہے مجھے دادی۔۔۔ ارے آپ لوگ انہیں روکتے کیوں نہیں۔" وہ بھاگتے بھاگتے قطب الدین صاحب کے پیچھے آ چھپا۔

"ارے ہٹ قطب الدین۔۔۔ ہٹ۔۔۔" دادی جان دائیں بائیں سے ہو کر اسے چھڑی مارنے کی کوشش کرنے لگیں۔ پے در پے کئی چھڑیاں قطب الدین صاحب کو پڑیں۔

وہ جھلا گئے۔

"کیا ہے اماں بی۔۔۔ رکیں تو سہی۔ بھلا ایسی بھی کیا قیامت آ گئی۔۔۔ کیا کیا ہے اس غریب نے؟"

"ارے یہ غریب ہے۔۔۔" وہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اپنے تخت پر بیٹھ گئیں۔ "ایمان کا دشمن۔"

"لیکن میں نے کیا کیا ہے دادی جان۔۔۔" وہ بولا۔ "میرا قصور تو بتا دیں۔"

"ارے میں تو اس کم بخت' جاہل کو منہ نہیں لگاتی' رات سوتے وقت جنے کیا دماغ میں شیطان نے ڈالا میرے۔۔۔ بتیسی نکال کر اسے دی کہ جا میرے وضو کے لوٹے میں ڈال دے۔ اس کم بخت نے میری بتیسی بیت الخلاء کے لوٹے میں ڈال دی۔ ارے اس کو اللہ پوچھے۔"

"آپ نے صرف لوٹا کہا تھا دادی۔۔۔" وہ اپنی چوٹیں سہلاتے ہوئے شکایتی انداز میں بولا۔ "مجھے کیا خبر آپ کا وضو کا لوٹا الگ ہے۔"

"ادھر آ تو' میں تیرا دماغ درست کرتی ہوں۔" انہوں نے چھڑی لہرائی۔

وہ سہم کر پھر قطب الدین صاحب کے پیچھے جا چھپا۔

"کوئی بات نہیں اماں! اس بے چارے سے غلطی ہوئی۔" قطب الدین صاحب بیگم کی نظروں کا اشارہ سمجھ کر اماں کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے آگے بڑھے۔

"ارے اس ناس پیٹے کی طرف داری مت کرو قطب الدین! مت کرو قطب الدین۔" وہ بھڑکیں۔ "اس نے میرا اس وقت بڑا جی جلایا ہے۔"

"چلیں اماں۔۔۔ اب جانے دیں۔" تاج بیگم بھی آگے بڑھیں۔ "میں آپ کی بتیسی برش سے دھو کر صاف کر دیتی ہوں۔"

"آئے ہائے بہو۔۔۔ سبحان اللہ! تمہارا کیا خیال ہے میں اب وہ دانت منہ میں ڈالوں گی اپنے؟ چھ ہزار کی نئی بتیسی بنوا کر دو مجھے تو جانوں۔"

"چھ کیا میں دس ہزار کی بھی بنتی ہو تو بنوا دوں گی۔" وہ بے زاری سے بولیں۔ "اب اس غریب کی جاں بخشی کر دیں۔"

"ارے اس موئے کو کوئی ہزار میں نہ لے۔ تم اس پر دس ہزار لٹاؤ گی؟" دادی جان تنکیں۔ "میں کہتی ہوں ابھی نکال باہر کرو اسے۔"

"اللہ کے لیے اماں! کیوں اس غریب کی جان کے درپے ہو گئی ہیں۔ کہا تو ہے ہمیں نئی بتیسی بنوا دوں گی۔" تاج بیگم زچ ہو گئیں۔

"وضو کے لیے پانی رکھو میرا۔۔۔" وہ ناراضی سے گویا ہوئیں۔ "فجر قضا ہو چلی ہے۔"

❁ ❁ ❁

"اچھا بھلا دادی جان نکال رہی تھیں اسے۔۔۔۔

نجانے اس نے امی پر کیا پڑھ کر پھونک دیا ہے۔ کیوں دادی؟" جنید نے دادی جان کے پاندان سے چھالیہ نکالتے ہوئے تبصرہ کیا۔

اس کے ہاتھ پر ایک زوردار چپت پڑی۔ وہ ہنس کر ہاتھ سہلانے لگا۔

"ارے تم دونوں لفنگے کسی کام کے ہوتے تو ماں کو کیوں دوسروں کی صورت دیکھنی پڑتی؟ اسی ڈر سے وہ بھی نہیں نکالتی اسے کہ ذرا ذرا سے کام کے لیے بیٹھی رہا کرے گی۔ چر نہیں تو اپنی تفریحوں سے فرصت نہیں۔"

دادی نے اسے بھی جھاڑ پلا دی۔

"ہمارا ابھی تو اسکوپ مارا جا رہا ہے دادی۔" جمشید نے زبان کھولی۔ "وہ آہستہ آہستہ ہمارے حقوق پر بھی قبضہ کر رہا ہے۔ ہماری ماں کو ہم سے بدظن کر رہا ہے۔"

"ارے بڑا استاد ہے یہ چھوکرا۔" دادی جان سرگوشی میں گویا ہوئیں۔ "دن بھر بھلا کیوں باورچی خانے میں گھسا رہتا ہے اتنی گرمی میں۔"

"کیوں دادی؟" دونوں اپنے منہ ان کے قریب لے آئے۔

"اوں ہوں، پیچھے ہٹو کم بختو۔ چائے کے بھبکے آتے ہیں۔" انہوں نے دونوں کے چہرے پیچھے دھکیلے۔ "ہاں تو میں کہہ رہی تھی۔ دن بھر باورچی خانے میں اس لیے گھسا رہتا ہے تاکہ برتن جمع نہ ہو جائیں کہیں۔ ایک ساتھ نہ مانجھنے پڑ جائیں اس کو۔"

ان دونوں کے چہرے پر بدمزگی کے آثار پیدا ہوئے۔ وہ بالم کی کوئی خفیہ قسم کی بدعنوانی کے بارے میں جاننے کے خواہش مند تھے۔

"ایک ایک کپ کھنگال کر رکھتا رہتا ہے موا۔ صابن کا زیاں کرتا ہے۔ لیکن تاج نے تو آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔"

"ویسے دادی۔ امی نے آپ کو حسبِ وعدہ نئے دانت نہیں بنوا کر دیے نہ ہی بانکے کو نکالا حالانکہ حسبِ وعدہ انہیں ان دونوں میں سے ایک کام کرنا تھا، ہے نا؟"

جنید نے پھر ان کی دکھتی رگ کو چھیڑا۔

"ارے وہ غریب کہاں دس ہزار بھرتی، میں نے ہی کہا کہ رہنے دو۔ ابال کر پاک کر دو۔ ارے تین دفعہ کلمہ پڑھ کر پھونکا میں نے۔"

"ویسے دادی، جب آپ نے وضو کے لوٹے میں اپنے دانت نہ پائے تو کیا سمجھیں آپ؟" جمشید نے نجانے کیا سوچ کر سوال کیا تھا۔ "آپ کو کیسے علم ہوا کہ دانت تو بیت الخلاء میں ہیں۔"

"وہاں سے ہنسی کی آواز جو آ رہی تھی۔" جنید نے ٹکڑا لگایا۔

"کھی کھی کھی۔" پھر دونوں کی ہنسی شروع ہو گئی۔

"کم بختو۔! بڈھے ہو گے تو پتا چلے گا۔ بوڑھی دادی کا مذاق بناتے ہو!" دادی جان خفا ہو گئیں۔

"دادی۔ پیاری دادی۔"

وہ دونوں ان سے لپٹ گئے۔ دادی جان بھی ہنسنے لگیں۔

❀ ❀ ❀

"اماں جی! بڑی خفا ہوں میں آپ سے۔ تہاڈے نال بڑی شکیت (شکایت) ہے مینوں۔ جی! اہن تے اسی گوانڈی (پڑوسی) آں۔ فیروی کدی اک چکر نئیں لایا ساڈے گھر دا کیوں باجی جی؟"

انہوں نے بیچ میں ہی تاج بیگم کو مخاطب کیا۔

"بس بہن! گھر کے کام کاج ہی ختم ہونے میں نہیں آتے۔" تاج بیگم پھیکی سی ہنسی ہنس دیں۔ انہیں اپنی ساس سے بڑا خوف رہتا تھا کہ نجانے وہ کس وقت کیا کہہ دیں۔

"دیکھو بھئی۔ اب یہ "اسی تسی" تو ہمیں آتے نہیں۔ تم کچھ کہو، ہم کچھ سمجھیں۔ پھر بھلا کیا جواب دیں تمہاری بات کا۔"

"اماں ان کی لائی ہوئی تھالی پر پڑا کپڑا سرکا کر دیکھنے لگیں۔

"کیا بنالائی ہو نور بانو۔؟"

"بیسن بنایا ہے اماں جی۔۔۔" وہ خوش دلی سے گویا ہوئیں۔ "بن کڑیاں کسی ویلے بھی آسکدی آں اماں ہوراں واسطے بنایا اے۔"

"بیسن۔۔۔؟ حلوہ کھوتا۔۔۔!" اماں نے ٹکیہ اٹھا کر حلوہ چکھا۔

"ہاں جی وہی۔۔۔ تسی۔۔۔ ایہہ دسو، کدراں دا اے؟" (کیسا ہے)

وہ اشتیاق سے اماں کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

"ہوں۔۔۔ ٹھیک ہی ہے۔" اماں نے بے نیازی سے کہا۔

"چلو جی۔۔۔" وہ خوش ہوئیں۔ "تسی تے پاس کردتا۔ بن مینو کوئی فکر نئیں، کڑیاں تے میری بڑی سیدھی سادی آں۔۔۔ جیہڑی وی شے بناواں، اناں نوں پسند آجاندی اے۔"

"ارے تو ہم کوئی ٹیڑھے میڑھے ہیں کیا۔ ہم بھی سیدھے سادے ہیں۔"

نور بانو کے جانے کے بعد دادی جان نے تھالی پرے سرکادی۔

"ارے غضب خدا کا اتنا میٹھا ڈالا ہے۔۔۔ ستیاناس کردیا حلوے کا۔"

"نہیں اماں! بہت مزے کا بنا ہوا ہے۔" تاج بیگم نے بھی ایک ٹکیہ منہ میں ڈال کر کہا۔

"ارے خاک مزے کا ہے۔ مزے کا حلوہ تم نے کبھی کھایا ہو تو تمہیں پتا ہو۔ اچھا چلو ذرا بیسن نکال کر رکھو۔ میں خود بھونتی ہوں آکر۔"

"ہائیں!" تاج بیگم نے تعجب سے ساس کی صورت دیکھی۔ "یہ آج آپ کو کیا سوجھی۔ اچھا بھلا ڈھیر سارا حلوہ وہ بچاری دے گئی ہیں۔ مزید کیا کرنا ہے۔"

"نہیں بھئی۔۔۔ میں اپنے بچوں کے لیے اپنے ہاتھ سے بناؤں گی۔ تم تو غریبوں کو کچھ "معقولی" بنا کر دیتی نہیں ہو۔ بیچاروں جیسی صورتیں لیے پھرتے ہیں۔ چلو بیسن نکال دو مجھے۔۔۔"

اماں اپنا سفید غرارہ اور آسمانی دوپٹہ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

تاج بیگم نے مدد کے لیے آسمان کی جانب دیکھا تھا۔

✿ ✿ ✿

"ارے بانکے۔۔۔ ارے کشمش دھو کر رکھ دے۔"

"بانکے۔۔۔ تاج سے بادام لے کر ہوائیاں بنا۔"

"بانکے۔۔۔ دوڑ کر جا۔ بازار سے پستے لے آ۔۔۔ ارے بھلا میوہ جات کے بغیر بھی میٹھا بنتا ہے کیا۔۔۔؟"

دادی جان بیسن بھونتے بانکے کو ہزار ہدایات جاری کرچکی تھیں۔

تاج بیگم پریشان پریشان سی کچن میں آئیں۔

"اماں۔۔۔ میرا خیال ہے، بیسن اچھی طرح بھن گیا ہے۔ شیرہ بنالوں۔"

"ارے تم اپنا خیال اپنے پاس رکھو۔۔۔ ہم نے تو اتنے سالوں میں کبھی نہیں تمہارے ہاتھ کا بنا حلوہ کھایا۔" اماں مصروف انداز میں بولیں۔

تاج بیگم جل کر کچن سے نکل گئیں۔

"ارے بانکے، کہاں مرگیا مردود۔" بانکے کی پھر ڈھنڈیا مچی۔

"جی جی جی۔۔۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں برآمد ہوا۔ "کشمش صاف کر رہا تھا۔" "ہاتھ سے ہی صاف کرنا، کہیں تو منہ سے صاف کرنے لگے۔ اے ہے مجھے تو لگتا ہے یہ بیسن جلنے لگا ہے۔ دیکھ تو بانکے۔"

وہ منہ آگے کرکے سونگھنے لگا۔

"ارے کم بخت کڑھائی میں گرے گا کیا۔ پیچھے ہٹ۔" اس کی پشت پر چمچہ پڑا۔

"ہاں دادی۔۔۔ یہ تو جل رہا ہے۔ کالا ہو رہا ہے۔۔۔" اس نے تصدیق کی۔ "چشمہ لاؤں دادی۔۔۔؟"

"ارے کمبخت دودھ لا فریج سے نکال کر۔ جلدی کر۔۔۔"

بانکا دوڑ کر دودھ لے آیا۔

"چمس ڈال اس میں۔"
اس نے پورا برتن جھٹ کڑھائی میں انڈیل دیا۔
"ارے ہے مرنے — یہ کیا کیا —" دادی جان اس افتاد پر بوکھلا گئیں۔ "ارے آہستہ آہستہ ڈالنا تھا اسے پیارے۔"
وہ جلدی جلدی چمچ ہلانے لگیں۔
"ارے ماں — یہاں آؤ — بہو — جلدی آؤ — اے وہ سارے میں کھنیاں پڑ گئیں۔"
تاج بیگم بیزار بیزار سی باورچی خانے کے دروازے میں کھڑی رہیں۔
"اچھا بہو — ذرا سنبھالو اسے۔ آئے لئے کر تختہ ہو گئی میری تو — اب بھلا اس بڑھاپے میں کیسی پکوان بنتے ہیں۔"
دادی جان بہو سے نظریں چراتی کچن سے نکل گئیں۔
"ہائے — ارے او بانکے —"
"جی دادی —" وہ فٹ حاضر ہوا۔
"ارے ذرا یہ پلیٹ میں نکال کر طلعت ارے وہی جو زربانو رہتی ہے۔"

❀ ❀ ❀

"بس جی — پھر کیا تھا — میں نے زوں زوں چلائی موٹر سارے خنڈے کھڑے منہ دیکھتے رہ گئے میں ایسے گاڑی نکال لے گیا بیچ میں سے —" اس نے چٹکی بجائی۔
"جی بام!" غزل نے اشتیاق سے آنکھیں پٹپٹائیں۔ "تم اتنی اچھی موٹر سائیکل چلا سکتے ہو؟ تمہیں دیکھ کر لگتا ہے تمہیں تو سائیکل چلانی بھی نہیں آتی۔"
"کیوں آپی —" وہ خفا ہوا۔ "میں کیا صورت سے بے وقوف لگتا ہوں؟"
"نہیں — تمہارے چہرے پر تو علم و حکمت کا نور برستا ہے۔" جمشید نجانے کب سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

"ہی ہی ہی —" بانکا جھینپ گیا۔
"ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم؟ غنڈوں نے تمہارا رستہ روکا اور تم زوں زوں موٹر سائیکل نکال لے گئے۔"
"اور بھائی جان — وہ بھی ون ٹو فائیو — اس نے خود بتایا ہے۔" غزل بولی۔
"میں تمہیں تین پہیوں والی سائیکل لا کر دوں گا — پہلے وہ چلا کر دکھانا مجھے۔"
"لیجئے بھائی جان — آپ بھی بس —!" اس نے سر جھٹکا۔ "بڑے صاحب آجائیں تو میں خود چلا کر دکھاؤں گا آپ کو — اور آپا جی! آپ کو بھی —"
"باتیں کر لیا کرو — یہ آپا جی کیا ہے؟" غزل چڑی۔
"باجی تو آپ کی امی کو کہتا ہوں ہی ہی ہی۔"
"یہ ہی ہی ہی تمہارے ان ورڈز کو ماز (Inverted Commas) ہیں کیا؟ ہر بات کے شروع اور آخر میں یہ ہی ہی ہی کے ساتھ لاحقے کیوں فٹ کرتے ہو؟" غزل نے چڑ کر پوچھا تھا۔
"ہی ہی ہی — پتا نہیں جی — ہی ہی ہی۔"
"اونہہ —" وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

❀ ❀ ❀

"بھائی جان! بھائی جان —" وہ پھولتی ہوئی سانسوں کے ساتھ بم کی مانند اس کے بستر پر آگرا تھا۔ جمشید سینے پر ہاتھ رکھ کر اٹھ بیٹھا۔
"ہائے اللہ کیا بات ہے؟ کیا ہو گیا — کہاں بھاگیں —؟" وہ گہری نیند سے اٹھا تھا۔
"نہیں مت بھاگیں۔ میدان میں اترنے کا وقت ہے۔ بھاگنے کی باتیں نہ کریں۔" اس کا چہرہ خوشی سے گلزار تھا۔ "تم جس کا انتظار وہ شاہکار آگیا۔"
"ہائیں — اچھا —" وہ احمقوں کی طرح بولا۔
"بھائی جان! وہ آگئی ہیں۔ ہاسٹل سے! ملنے آئی ہیں۔ اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہیں۔"
"جی — میرے بھائی! تم سچ کہتے ہو؟" جمشید نے

...موں کی طرح اس کا چہرہ ٹٹولا۔
"ہونہوں —" اس نے جمشید کا ہاتھ پرے جھٹکا۔ "...کیا کر رہے ہیں آپ؟ ہوش کی دوا کریں۔"
"ہاں ہاں سمجھ گیا۔"
...جلدی جلدی اٹھ کر چپلیں پہننے لگا۔
"آپ کہاں چل دیے؟ امی جان نے کہا ہے کہ ...بازار سے ان حسیناؤں کے دل پسند چکن رولز ...لے کر آئیں۔ ساتھ میں ٹھنڈی ٹھار لیٹر بوتل۔"
"میں کیوں لاؤں؟" وہ چڑ گیا۔ "تم جاؤ!"
"میں نے "ان" سے کہا ہے جمشید بھائی جان کو کھانے پینے کی چیزیں خریدنے کا بڑا سلیقہ ہے۔ انہوں نے فرمائش کی کہ چکن رولز آپ سے ہی منگوائے جائیں۔ گرما گرم تازے تازے —"
"اچھا یہ بات ہے۔" وہ سوچ میں پڑ گیا۔ "اچھا تو میں سلام دعا تو کر لوں۔"
"ارے تو وہ کھائے بغیر کہاں جانے والوں میں سے ہیں۔" جنید نے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔ "آپ آکر جتنا چاہیں سلام کر لیجئے گا۔"
"لاؤ دو پیسے۔" اس نے بھنا کر اس سے نوٹ پکڑا۔ "ہم بھی کہاں ماننے والوں میں سے ہیں۔"

❀ ❀ ❀

جنید مسکراتا ہوا ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔
تاج بیگم نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔
"تم یہیں ہو اب تک؟ تمہیں تو میں نے کچھ لینے بھیجا تھا۔"
لڑکیوں نے اسے مسکراتی نظروں سے دیکھا۔ وہ کچھ شرمایا۔
"بھائی جان مل گئے رستے میں انہوں نے کہا۔ میں لے آتا ہوں۔ ویسے بھی انہیں چیزیں خریدنے کا بڑا تجربہ ہے۔"
"آپ کو کس چیز کا تجربہ ہے؟" ایک منچلی نے ہنس کر پوچھا۔
"باتیں بنانے کا۔" تاج بیگم نے جل کر کہا۔

سب ہنس پڑے تھے۔ وہ جھینپ سا گیا۔ شرماتا رہا۔
"السلام و علیکم" مزید شرمایا لجایا جمشید اندر داخل ہوا۔
جنید کے ہونٹوں پر سے شرمیلی مسکراہٹ یک لخت غائب ہوئی۔
"بھائی جان؟" اس نے استعجابیہ نظروں سے بھائی کو دیکھا۔ "وہ؟ وہ؟"
"ہوں ہوں —" وہ اس کے قریب بیٹھ کر مسکرانے لگا۔
"کچھ لانے بھیجا تھا آپ کو؟" جنید نے اس کے کان میں غصے سے بھری سرگوشی کی۔

"ہوں ہوں، ہوں ہوں۔" وہ مسکراتا رہا۔

جنید نے ماں کو دیکھا پھر نظریں چرا لیں۔ جمشید کو فی الوقت ماں کو دیکھنے کی فرصت نہ تھی۔ لڑکیاں بیٹھی بات بے بات کھلکھلائے جا رہی تھیں۔ غزل کو بھائیوں کی وجہ سے سخت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔

"جمشید اور جنید۔" تاج بیگم کا صبر بالآخر جواب دے ہی گیا۔ "تم دونوں جا کر باہر کے سے چائے بنواؤ اور سب چیزیں اپنی نگرانی میں یہاں لاؤ۔"

"چائے کا کیا کرنا ہے امی جی! ابو نے منگوائی ہے نا۔"

"اچھا بیٹا جی! تو ذرا وہ بوتل ہی گلاسوں میں نکال لایئے۔ اٹھ جایئے ذرا دونوں۔" ان کے لہجے میں سختی تھی۔

ان دونوں کو باہر نکلتے ہی بنی۔

"کیا ہے بھائی جان! ذرا سا کام نہیں کر سکتے آپ۔" جنید جھلایا ہوا تھا۔

"ہاں ہاں، تم ان سے جڑ کر بیٹھے رہو۔ میں بازار میں خوار ہوتا رہوں۔" اس نے ترکی بہ ترکی کہا۔

"تو چیزیں کہاں ہیں؟"

"میں نے بھیجا ہے بالم کو۔"

"ہائیں، وہ تو گھنٹہ لگا کر آئے گا۔ آپ جانتے ہیں نا، وہ بازار جا کر غائب ہو جاتا ہے۔" جنید کو تشویش لاحق ہوئی۔

"نہیں، وہ ابو جی کی موٹر سائیکل لے کر گیا ہے۔" وہ اطمینان سے بولا۔ "جلدی آجائے گا۔"

"کیا؟" جنید چلایا۔ "آپ نے اسے موٹر سائیکل کی چابی دے دی۔ اس بے وقوف کو؟"

"ارے وہ بڑی اچھی چلانا جانتا ہے۔"

"زوں... زاں..." زناٹے دار آواز پر دونوں نے مڑ کر دیکھا۔ بالم پوری رفتار سے موٹر سائیکل چلاتا گھر کے اندر داخل ہو چکا تھا۔

"بھائی جان! بچیے۔"

جنید نے اسے دھکا دیا۔

بالم ان کے بیچ میں سے گزر گیا۔

لاؤنج میں سے ہوتا ہوا وہ صحن میں جا پہنچا۔ جہاں اپنے تخت پر براجمان دادی پاندان سامنے رکھے پان لگانے میں مصروف تھیں۔

انہوں نے بالم کو موٹر سائیکل پر سوار تیزی سے اپنی جانب آتے دیکھا تو خوف سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

موٹر سائیکل تخت سے ٹکرا کر رکی تھی۔ دادی جان ہوا میں چند فٹ اچھلیں پھر دوبارہ تخت کی مہربان بانہوں میں آگریں۔

دادی جان کا سکتہ کسی صورت ٹوٹنے میں نہ آتا تھا۔ آنکھیں ویسی ہی پھٹی کی پھٹی تھیں۔ بالم کو سامان باندھنے کا نوٹس مل گیا تھا۔ آج تو تاج بیگم نے بھی اسے کھری کھری سنا ڈالی تھیں۔

وہ آنسو پونچھتے ہوئے اپنا ٹرنک اٹھائے صحن میں چلا آیا، جہاں سب دادی کے گرد جمع تھے۔

"اچھا صاب جی!" اس نے قطب الدین صاحب کو مخاطب کیا۔ "چلتا ہوں۔"

"دفع دور ہو۔" وہ بگڑے۔ "میری ماں کو کچھ ہوا تو چھوڑوں گا نہیں تجھے۔"

"اچھا بی جی!" وہ تاج بیگم سے مخاطب ہوا۔

"جاؤ جاؤ، چلتے بنو۔" وہ ناراضی سے گویا ہوئیں۔

جمشید نے اسے مکہ دکھایا۔ جنید نے آنکھیں نکالیں۔

وہ آنسو پونچھتا دروازے کی جانب بڑھا تھا۔

"ہائے بالم۔" غزل چلائی۔ "جا رہے ہو۔"

"اری نابنجار! تو تو مت بلا اسے بالم۔" دادی یک لخت بولی تھیں۔ سب کے سب زور سے ہنس دیے۔

دادی جان اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"ارے ادھر آ مردود کہاں جا رہا ہے۔ بتاؤ، بن ماں باپ کا بچہ کہاں دردر ٹھوکریں کھاتا پھرے گا۔ چل جا کر برتن مانجھ۔"

سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ ☼